سفرِ آخرت

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو اپنا ہاتھ مبارک پانی میں ڈال کر اپنے چہرۂ انور پر پھیرنے لگے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

''اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے چینی کے آثار بڑھتے دیکھے تو میں پکار اٹھی:

''ہائے میرے والد کی بے چینی!''

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''آج کے بعد پھر کوئی بے چینی تمہارے باپ کو نہیں ہوگی۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات کے وقت جو اس قدر تکلیف اور بے چینی کے آثار ظاہر ہوئے، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے... یہ کہ اگر کسی مسلمان کو موت کے وقت اس طرح کی تکلیف اور بے چینی ہو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کو یاد کر کے خود کو تسلی دے سکتا ہے، یعنی دل میں کہہ سکتا ہے کہ جب اللہ کے رسول پر موت کے وقت اتنی تکلیف گزری تو میری کیا حیثیت ہے؟ یوں بھی موت کی سختی مومن کے درجات بلند ہونے کا سبب بنتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم پر موت کی تکلیف دیکھنے کے بعد اب میں کسی پر بھی موت کے وقت سختی کو ناگوار محسوس نہیں کرتی۔“

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی تو فرمایا کرتے تھے:

”اے تمام لوگوں کے پروردگار! یہ تکلیف دور فرمادے اور شفا عطا فرمادے کہ تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری دی ہوئی شفا ہی اصل شفا ہے جس میں بیماری کا نام و نشان نہیں ہوتا۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی بڑھی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور دعا کے یہی کلمات پڑھ کر دم کرنے لگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک کھینچ لیا اور یہ دعا پڑھی:

”اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ میں جگہ عطا فرما۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی تکلیف ہوتی تھی تو عافیت اور شفا کی دعا کیا کرتے تھے، لیکن جب مرضِ وفات ہوا تو اس میں شفا کی دعا نہیں مانگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس حالت میں میرے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مسواک کو دیکھنے لگے۔ میں سمجھ گئی کہ مسواک کی خواہش محسوس کر رہے ہیں، کیونکہ مسواک کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا، چنانچہ میں نے پوچھا:

”آپ کو مسواک دوں؟“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرِ مبارک سے ہاں کا اشارہ فرمایا۔ میں نے مسواک دانتوں سے نرم کر کے دی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے سہارا لیے ہوئے تھے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”میرے اوپر اللہ کے خاص انعامات میں سے ایک انعام یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال میرے گھر میں ہوا۔ آپ کا جسم مبارک اس وقت میرے جسم سے سہارا

لیے ہوئے تھا۔ وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرا لعابِ دہن، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ دہن سے ملا دیا، کیونکہ اس مسواک کو میں نے نرم کرنے کے لیے چبایا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دانتوں پر پھیرا تھا۔''

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوئی تو سب ازواجِ مطہرات آس پاس جمع ہوگئیں۔

مرض کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس غلام آزاد فرمائے۔ گھر میں اس وقت چھ یا سات دینار تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ ان دیناروں کو صدقہ کر دیں... ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

''محمد اپنے رب کے پاس کیا گمان لے کر جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو اور یہ مال اس کے پاس ہو۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت ان دیناروں کو صدقہ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سے چند روز پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ چاند زمین سے اٹھ کر آسمان کی طرف چلا گیا۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب سنایا تھا... خواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

''اے عباس! وہ تمہارا بھتیجا ہے۔''

یعنی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔

اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ محبت تھی۔ علالت کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بلا بھیجا۔ وہ تشریف لائیں تو ان کے کان میں کچھ باتیں کیں، وہ سن کر رونے لگیں، پھر ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ ہنس پڑیں۔ بعد میں انھوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں وفات پا جاؤں گا، یہ سن کر میں رو پڑی... دوسری بار فرمایا کہ خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے کچھ عرصے بعد سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہی انتقال ہوا۔

وفات سے ایک یا دو دن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا:

''یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔''

یہ بھی فرمایا کہ یہودیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو اور فرمایا:

''لوگو! نماز... نماز... نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔''

وفات سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام ملک الموت کے ساتھ آئے۔ انھوں نے عرض کیا:

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کے مشتاق ہیں۔''

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تو حکم کے مطابق میری روح قبض کرلو۔''

ایک روایت کے مطابق حضرت جبرئیل علیہ السلام ملک الموت کے ساتھ آئے تھے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا:

''اے اللہ کے رسول! یہ ملک الموت ہیں اور آپ سے اجازت مانگتے ہیں... آپ سے پہلے انھوں نے کسی سے اجازت نہیں مانگی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت مانگیں گے۔ کیا آپ انھیں اجازت دیتے ہیں؟۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دے دی۔ تب عزرائیل علیہ السلام اندر آئے۔ انھوں نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اگر آپ مجھے حکم دیں کہ میں آپ کی روح قبض کروں تو میں ایسا ہی کروں گا اور اگر آپ حکم فرمائیں کہ چھوڑ دو تو میں ایسا ہی کروں گا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے پوچھا:

''کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ روح قبض کیے بغیر چلے جاؤ؟''

انھوں نے عرض کیا:

''ہاں! مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انھوں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

''مجھے اپنے پروردگار سے ملاقات عزیز ہے۔''

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

''تمھیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے، اس کو پورا کرو۔''

چنانچہ ملک الموت نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہِ رَاجعون.

اس روز پیر کا دن تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔ تاریخِ وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ معتبر قول کے مطابق ربیع الاول کی 9 تاریخ تھی۔ وفات کے فوراً بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھیجی گئی... وہ فوراً آئے۔ آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ انھوں نے آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے چہرۂ مبارک کو بوسہ دیا۔ اور یہ الفاظ کہے:

''آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ زندگی میں بھی پاک اور مبارک تھے اور موت کی حالت میں بھی پاک اور مبارک ہیں، جو موت آپ کو آنا تھی آ چکی، اب اللہ تعالیٰ آپ کو موت نہیں دیں گے۔''

۞ ۞ ۞

اسی کے پاس سب کو جانا ہے

باہر صحابہ ہوش وحواس کھو بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حالت اتنی پریشان کن تھی کہ مسجدِ نبوی کے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

''اللہ کی قسم! رسول اللہ کا انتقال نہیں ہوا... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ وہ منافقوں کے ہاتھ پیر نہیں توڑ دیں گے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا ... بعض منافق یہ کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں، حالانکہ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ وہ اسی طرح اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام گئے تھے اور پھر چالیس راتوں کے بعد اپنی قوم میں واپس آ گئے تھے جب کہ لوگ ان کے بارے میں کہنے لگے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی ہے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح واپس تشریف لائیں گے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لوٹ آئے تھے...... پھر ان لوگوں کے ہاتھ پیر کٹوائیں گے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ غم کی زیادتی کی وجہ سے ابھی یہ باتیں کہہ رہے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور منبر پر چڑھے۔ انھوں نے بلند آواز میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے۔''

یہ کہہ کر انھوں نے سورۃ آلِ عمران کی آیت 44 تلاوت فرمائی۔اس کا مفہوم یہ ہے:

''اور محمد رسول ہی تو ہیں۔ان سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔سو اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے... اور جو شخص الٹے پیروں پھر بھی جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حق شناس لوگوں کو بدلہ دے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یہ آیت سن کر مجھے لگا جیسے میں نے آج سے پہلے یہ آیت سنی ہی نہیں تھی۔''

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، صَلَوٰاتٌ وَسَلَامٌ عَلٰی رَسُوْلِہٖ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔''

(بے شک ہم سب اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ہو۔)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآنِ کریم کی اس آیت سے سب کے لیے موت کا برحق ہونا ثابت فرمایا اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید میں ارشاد سے فرمایا ہے:

''آپ کو بھی مرنا ہے اور انھیں (عام مخلوق کو) بھی مرنا ہے۔'' (سورۃ الزمر: آیت 30)

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر تمام مسلمانوں نے بیعت کرلی۔اس کے بعد لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔

(اور یہ کس قدر حیرت انگیز اتفاق ہے کہ یہ قسط ربیع الاول کی انہی تاریخوں میں شائع ہو رہی ہے... جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، یہ قدرتی ترتیب اسی طرح بن گئی، ورنہ میرا ایسا کوئی باقاعدہ ارادہ نہ تھا)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو غسل دیا گیا۔ غسل حضرت علی، حضرت عباس اوران کے بیٹوں فضل اور قثم رضی اللہ عنہم نے دیا۔ حضرت فضل اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما غسل دینے والوں کو پانی دے رہے تھے۔ غسل کے وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قمیص نہیں اتاری گئی۔ غسل کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا، عود وغیرہ کی دھونی دی گئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو چار پائی پر لٹا کر ڈھانپ دیا گیا۔

نمازِ جنازہ کی کسی نے امامت نہیں کی۔ سب نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی۔ یعنی جتنے لوگ حجرۂ مبارک میں آسکتے تھے، بس اتنی تعداد میں داخل ہوکر نماز ادا کرتے اور باہر آجاتے، پھر دوسرے صحابہ اندر جا کر نماز ادا کرتے۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما چند دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ حجرے میں داخل ہوئے تو ان الفاظ میں سلام کیا۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ."

پھر تمام مہاجرین اور انصار نے بھی اسی طرح سلام کیا۔ نمازِ جنازہ میں سب نے چار تکبیرات کہیں۔

انصاری حضرات سقیفۂ بنی ساعدہ (ایک جگہ کا نام) میں جمع ہورہے تھے تاکہ خلافت کا فیصلہ کیا جائے۔ کسی نے اس بات کی خبر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو دی۔ یہ دونوں حضرات فوراً وہاں پہنچے۔ اور خلافت کے بارے میں ارشادِ نبوی سنایا۔

خلافت کا مسئلہ طے ہوگیا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دفن کرنے کا مسئلہ پیدا ہوا... سوال یہ کیا گیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ اس موقع پر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے آئے اور فرمایا:

"آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وہیں دفن کیا جائے گا جہاں وفات ہوئی ہے... میرے پاس ایک حدیث ہے... میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا

ہے، کہ نبی کی روح اسی جگہ قبض کی جاتی ہے جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ ہوتی ہے۔"

چنانچہ یہ بات طے ہوگئی کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس جگہ دفن کیا جائے۔

اب یہ سوال اٹھا کہ قبر کیسی بنائی جائے، بغلی بنائی جائے یا شق کی... اس وقت مدینہ منورہ میں حضرت ابوطلحہ بن زید بن سہل رضی اللہ عنہ بغلی قبر کھودا کرتے تھے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح شق کی قبر کھودتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ان دونوں کو بلالاؤ... ان میں سے جو پہلے پہنچے گا، اسی سے قبر بنوالی جائے گی۔"

ان کی طرف آدمی بھیجنے کے ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

"اے اللہ! اپنے رسول کے لیے خیر ظاہر فرما۔"

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پہلے آئے، چنانچہ بغلی قبر تیار ہوئی۔ ایک حدیث کے مطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی بغلی قبر ہی کا حکم فرمایا تھا۔ حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل، حضرت قثم اور حضرت شقران رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قبر مبارک میں اتارا۔

حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے قبر میں ایک سرخ رنگ کا کپڑا بچھایا۔ یہ وہی سرخ کپڑا تھا جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سفر پر جاتے وقت اونٹ کے پالان پر بچھاتے تھے۔ یہ کپڑا اس لیے بچھایا گیا کہ وہاں نمی تھی۔ اس وقت حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے:

"خدا کی قسم! آپ کے بعد اس کپڑے کو کوئی نہیں پہن سکے گا۔"

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تدفین منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں ہوئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس روز ہم سب ازواج ایک جگہ جمع ہو کر رو رہی تھیں۔ ہم میں سے کوئی سو نہ سکا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی۔ اذان میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نامِ مبارک آیا تو سارا مدینہ رونے لگا... لوگ اس قدر

روئے کہ ان کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اس سے بڑا صدمہ ان پر کبھی نہیں گزرا تھا اور نہ آئندہ کبھی کسی پر گزرے گا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''تمہارے دلوں نے کیسے برداشت کرلیا کہ تم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر مٹی ڈالو؟''

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہاں! لیکن اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔''

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آدمی اسی مٹی میں دفن ہوتا ہے جہاں سے اس کا خمیر اٹھایا جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک ہی جگہ کی مٹی سے تخلیق کیے گئے تھے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور بھوکی پیاسی مرگئی۔

علمائے اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس جگہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم دفن ہیں، وہ جگہ روئے زمین میں تمام مقامات سے افضل ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم واقعۂ فیل والے سال میں پیدا ہوئے...... یعنی جس سال ابرہہ بادشاہ نے کعبہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس واقعہ کے چالیس یا پچاس دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادتِ باسعادت صبح طلوعِ فجر کے وقت ہوئی۔ وہ پیر کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینا تھا۔ تاریخِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے تاہم اس روز معتبر قول کے مطابق 9 تاریخ تھی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات بھی ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی اور اس روز بھی ربیع الاول کی نو یا بارہ تاریخ تھی۔

اے اللہ درود وسلام ہو اس ذات پر کہ جس نے کفر وشرک کے اندھیروں میں شمعِ ہدایت روشن کی اور جن کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ وہ تیرے بندے اور رسول اور

ہمارے سردار حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ کامل ہے۔ میدانِ حشر میں ہمیں ان کے گروہ میں شامل فرما اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وحدیث کے خادموں میں داخل فرما۔ آمین۔ سوائے اللہ رب العزت کی ذاتِ عظیم کے کسی کو دوام حاصل نہیں۔

وصلی الله علی النبی الامی و علیٰ اله و اصحابه اجمعین.

الحمد للہ! اس قسط کے ساتھ ہی سیرت النبی قدم بہ قدم کا یہ سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا... اسے جس قدر پسند کیا گیا، اس پر اللہ کا جتنا شکر کیا جائے کم ہے، اس میں تقریباً دو سال لگے... آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگیٔ مبارک کے ان گنت پہلو پھر بھی اس میں شامل نہ ہو سکے... اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا... دنیا کے تمام انسان تمام عمر بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگیٔ مبارک پر لکھتے رہیں، تب بھی حق ادا نہیں ہو سکتا... موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو عام کیا جائے، قول سے، عمل سے یا جس طرح بن پڑے یہ کام ضرور کیا جائے۔ اس وقت انسانیت کو کسی آئیڈیل کی تلاش ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات ہو سکتی ہے۔ بقول ذکی کیفی......

تنگ آ جائے گی خود اپنے چلن سے دنیا
تجھ سے سیکھے گا زمانہ ترے انداز کبھی